جناب محمد اطہر افضال احمد

کلمۃ الحرمین

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"

نوجوانانِ اہلِ حدیث کی موجودہ ذمہ داریاں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (آلِ عمران: ۱۰۴)

"اور تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہونے چاہئیں جو بھلائی کی طرف (لوگوں کو) بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور یہی لوگ (آخرت میں) بامراد ہوں گے۔"

یعنی ؎

صہبا کی تپش بن کے ایاغوں میں جلو | تم خونِ بصیرت ہو، دماغوں میں جلو
ہے روشنی درکار زمانے کو ابھی | روغن کی طرح اپنے چراغوں میں جلو[1]

(فضا ابنِ فیضی)

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جن ذمہ داریوں کی ادائیگی کا مکلف اور پابند بنایا ہے ان میں عمر، قوتِ فکر و عمل اور فہم و تدبر کا خاص طور پر لحاظ کیا ہے، تاکہ کسی بھی فرد کو زیادتی کی شکایت نہ ہو۔ دینِ اسلام کا یہ قانون انسانی فطرت اور نفسیات کے عین مطابق ہے۔ انسانی سماج کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محنت و عمل، عزم و حوصلہ، ہمت و ولولہ اور تخلیق ایجاد کے لحاظ سے شباب کا مرحلہ نہایت اہم ہوتا ہے، کیونکہ اس دور میں بقول امام الہند مولانا ابو الکلام آزادؒ :

"بڑھاپے کی عافیت کے بجائے جوانی کی ولولہ خیزیاں ہوتی ہے، جو حیرت انگیز

[1] سفینۂ زرِ گل ۲۴۲ فضا ابن فیضی

طریقے سے بلندی اور حق گوئی کی طرف بڑھاتی ہیں"[1]

اس قول کی تصدیق قرآنی واقعات بکثرت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اصحابِ کہف کے واقعہ کو لیجیے، جو چند باہمت، حوصلہ مند اور اللہ والے نوجوان ہی تھے۔ انہوں نے ایمان ویقین کے تحفظ کے لیے وطنِ عزیز کو چھوڑنا گوارا کر لیا لیکن شریعت کے احکام سے بیوفائی نہیں کی ــــ قرآنِ مجید ان کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:

"اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلٰھًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا۔" (الکہف ۱۳ تا ۱۴)

"یہ لوگ (اصحابِ کہف) چند جوان شخص تھے جو اپنے مالک پر ایمان لائے تھے۔ اور ہم نے ان کو زیادہ ہدایت دی اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا مالک تو وہی ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ ہم تو ہرگز اس کے سوا دوسرے کسی الٰہ کو پکارنے والے نہیں، اگر ہم ایسا کریں تو ہم نے بڑی کفر کی بات کہی۔"

کتنے مبارک تھے وہ نوجوان، جن کے استقلال واستقامت، ہمالیاتی عزائم اور ایمانی جذبے کی تعریف خود خالقِ کائنات فرما رہا ہے!

اسلامی تاریخ شبابِ اسلام کے شاندار اور سبق آموز کارناموں سے بھری پڑی ہے ــــ مثال کے طور پر چند واقعات کا اجمالی خاکہ زیبِ قرطاس ہے جس سے ہر دور کے نوجوان اپنی اسلامی کارکردگی کے جذبہ کو تسکین دے سکتے ہیں اور ان کی روشنی میں اسلام کی جانب سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو بحسنِ خوبی ادا کر سکتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا جنگِ خندق میں عرب کے مشہور پہلوان ابنِ عبدود کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کرنا، ابوجہل کو قتل کرنے کے لیے معوذؓ ومعاذؓ کا بے مثال ایمانی جذبہ اور دینی غیرت وحمیت، حضرت حنظلہؓ کا عروسِ نوبہار کی آغوش سے نکل کر میدانِ کارزار کی طرف مردانہ وار چلنا اور جامِ شہادت نوش کرنا، جنگِ اُحد میں شرکت کی اجازت ملنے پر رافع بن خدیجؓ اور سمرہ بن جندبؓ کے چہروں پر مجاہدانہ تبسم، اسلامی شوکت کا پرچم بلند کرنے کے لیے امیر معاویہؓ کے

---

[1] ترجمان دہلی یکم و ۱۶ اگست ۱۹۸۸ء ج ۹ ش ۱۵، ۱۶

عہد میں عقبہ بن نافع کا بحرِ اٹلانٹک میں گھوڑا ڈال دینا، سرزمینِ اندلس کے ذرات کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے طارق بن زیادؒ کا قابلِ تقلید عزم و حوصلہ اور فولادی قوت سترہ سالہ محمد بن قاسمؒ کا ہندوستان جیسے کفرستان میں نعرۂ توحید بلند کرنا، ہندوستان میں اسلامی تہذیب کے احیاء اور طغیان و سرکشی کا خاتمہ کرنے کے لیے تحریکِ شہیدین کے جانبازوں کی ایمان افروز اور ہمت افزا داستانیں، اور ایسے ان گنت واقعات عہدِ شباب ہی کی یادگار ہیں، جو نوجوانانِ اہلِ حدیث کے لیے سبق آموز بھی ہیں اور ہمت افزا بھی!

مشرق کے دانائے راز علامہ اقبالؒ نے اپنے عہد کے نوجوانوں کو بیدار کرنے کے لیے انہی شبانِ اسلام کی عظمت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا ؎

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے ... وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں ... کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا[1]

شبانِ اسلام کے مختصر تعارف کے بعد "اہلِ حدیث" کا اجمالی طور پر ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں!

ہم میں سے اکثر لوگ لفظ "اہلِ حدیث" کے مفہوم کو اس کے تاریخی پس منظر کے ساتھ جانتے ہوں گے، یہ جماعت "عمل بالکتاب والسنۃ" کی داعی ہے ـــــ شخصیت پرستی، اندھی تقلید، اور تصوف و خانقاہیت سے اس کا دُور کا بھی رشتہ نہیں ہے۔ درحقیقت یہ عین اسلام اور کتاب و سنّت کی دعوت کی تحریک ہے۔ اس تحریک کے ماننے والے، عقائد و نظریات اور اصول و تحریکات کی گھنگھور گھٹاؤں میں ہر مشکوک دروازے اور تاریک پگڈنڈی کو چھوڑ کر صرف اسی روشن اور تابناک شاہراہ پر چلنے کے قائل و عامل ہیں جس کے بارے میں قرآنِ مجید کا ارشاد ہے:

"وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ" (الانعام: ۱۵۳)

"یہ میری سیدھی راہ ہے، اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔ یہ تم کو اس (اللہ) کی راہ سے دور ہٹا دیں گی۔"

شبانِ اہلِ حدیث کو بھی اپنی موجودہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے انہی اصول و

---

[1] بانگِ درا ۱۲۵ علامہ اقبال

نظریات پر عمل کرنا ہوگا، جو عین اسلامی اصول و نظریات ہیں ـــــ یعنی ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیثِ مصطفےٰؐ بر جان مسلم داشتن

کا عملی پیکر بننا ہوگا۔

محترم قارئین! اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کی زندگی ذمہ دارانہ ہے، اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں باز پرس ہوگی ـــ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کلکم راع ومسئول عن رعیّتہ فالامام راع وھو مسئول عن رعیّتہ والرّجل فی اھلہ راع وھو مسئول عن رعیّتہ والمرأۃ فی بیت زوجھا راعیۃ وھی مسئولۃ عن رعیّتھا والخادم فی مال سیّدہ راع وھو مسئول عن رعیّتہ[1]"

"تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا ـــ پس بادشاہ حاکم ہی ہے، اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا"

لیکن نوجوانوں کی ذمہ داریاں کچھ زیادہ ہیں، کیونکہ معاشرہ کے دوسرے افراد کی بہ نسبت نوجوانوں کے اندر قوت و طاقت، ہمت و حوصلہ اور جوش و ولولہ زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے ارادوں میں توانائی اور عزائم میں پختگی ہوتی ہے۔ وہ روح فرسا اور ہمت شکن حالات سے مرعوب اور مایوس نہیں ہوتے، بلکہ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے خندہ جبینی اور حوصلہ مندی کے ساتھ مسلسل آگے بڑھتے جاتے ہیں ـــ اور یہ تمام چیزیں اسلامی دعوت کو عام کرنے اور ہر طرح کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاقت ور مومن، ضعیف مومن سے زیادہ محبوب ہے:

---

[1] فتح الباری ۵ / ۵۱، حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ، دار المعرفۃ بیروت

"المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف"[1]

"طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے"

نوجوانوں کی اسی بے مثال قوت وطاقت سے متأثر ہو کر علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان[2]

نوجوانانِ اہل حدیث کی موجودہ ذمہ داریاں کافی متنوع اور ہمہ گیر ہیں ۔اس لیے کہ عصرِ حاضر میں انسان نے جتنی زیادہ مادی ترقی حاصل کی ہے ، اس سے کہیں زیادہ وہ روحانی زوال کا شکار ہو کر رہ گیا ہے ۔ مادیت کی چمک دمک اور روحانیت کے فقدان نے آج مسلم معاشرہ اور پوری انسانی آبادی سے حقیقی امن وسکون کو ختم کر دیا ہے ۔ایک طرف سیاست کی عالمگیر گمراہی ، اقتدار کی ہوس ، اقتصادیات کی بدنظمی اور طبقاتی کشمکش ہے ، تو دوسری طرف اعتقادی گمراہیاں ، شرک وبدعت اور اوہام وخرافات کی بے مثال ترقی ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور حیات بخش تعلیم سے بیگانگی ، تنفر اور مجرمانہ غفلت ہے جس نے ہر فرد کی زندگی کو بے چین وبے قرار کر رکھا ہے —— صدق وصفا ، محبت ومروت ، عدل وانصاف اور ایثار وقربانی جیسے بہترین اوصاف ہمارے معاشرے میں عنقا ہیں ۔ نفرت ، ظلم ، فریب ، اور خود غرضی ہمارے معاشرہ کا جزو لاینفک ہیں ۔ مکارمِ اخلاق ، تہذیب وشرافت اور لطف وکرم جیسے بامعنی الفاظ صرف زینتِ لغات بن کر رہ گئے ہیں ، عملی دنیا میں ان کا فقدان ہے ۔ آج ہمارے معاشرے میں عریانیت وبے حیائی عام ہے ، مخربِ اخلاق اور حیا سوز ناولوں ، سنسنی خیز افسانوں کے مطالعہ اور فلم بینی کی کثرت نے نوجوانوں کو اخلاقی انحطاط کی آخری منزل پر پہنچا دیا ہے ۔کل تک جن بناتِ اسلام کی مقدس اور پاکیزہ جبینوں کا نظارہ کرنے کے لیے آفتاب کی کرنیں بھی بیتاب رہا کرتی تھیں ، آج وہ نیم عریاں ہو کر بے حیائی کے ساتھ شمع انجمن اور رقص گاہوں کی جان بنی بیٹھیں ہوسناک نگاہوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں ۔

سُود ہمارے معاشرہ میں وبا کی طرح پھیل گیا ہے ، حالانکہ اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :

---

[1] صحیح مسلم ۴/ ۵۲ ، حدیث نمبر ۲۶۶۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ، طبع ثانی ۱۹۷۲ء

[2] ضربِ کلیم / ۲۷ علامہ اقبال

"الرّبا ثلاثة وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرّجل امّه وانّ اربی الرّبا عرض الرّجل المسلم" [1]

"سود کے تہتر دروازے ہیں، جو ان میں سب سے آسان ہے، وہ ایسا ہے، جیسے کسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا۔ اور سودوں میں سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان آدمی کی آبروریزی ہے۔"

شراب نوشی اور قمار بازی کو قرآن نے "رجس" سے تعبیر کیا ہے اور "رجس" انتہا درجہ کی خباثت کو کہتے ہیں ــ اسی وجہ سے بتوں کو بھی "رجس" کہا گیا ہے ــ لیکن آج مسلم معاشرے کی ایک بہت بڑی تعداد ان برائیوں میں ملوث ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو شادی بیاہ کا سہل ترین طریقہ بتایا تھا۔ اور اس نکاح کو بابرکت قرار دیا تھا، جس میں خرچ کم ہو ــ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"انّ اعظم النکاح برکة ایسرہ مونة" [2]

"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔"

لیکن آج مسلم معاشرے میں صرف شادی کے مقدس موقع پر جتنی خرافات ومنکرات کا نہایت بے حیائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ مظاہرہ کیا جاتا ہے، وہ ناقابل شمار ہیں۔

ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

صحیح بات تو یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے کی برائیوں اور گمراہیوں نے ابلیس لعین کو بھی مات کر دیا ہے ــ جبھی تو وہ پکار اٹھا ہے ؎

گمرہی کو مری خود اس نے دکھائے ہیں چراغ
میں نے خود اس کے چراغوں سے جلائے ہیں چراغ [3]

(فضا ابن فیضی)

اس نازک دور میں شبان اہل حدیث کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایک صالح معاشرہ اور صحت مند سماج کی تشکیل کے لیے مناسب قدم اٹھائیں۔ اور اس مثالی معاشرہ کی تشکیل کے لیے کسی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین ۲/۳۷ ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب۔
[2] مشکوٰۃ المصابیح، الخطیب التبریزی، بتحقیق محمد ناصر الدین البانی ۲/۹۲۰ حدیث ۳۰۹۷، المکتب الاسلامی بیروت۔
[3] سرشاخ طوبیٰ / ۱۴۸، فضا ابن فیضی۔

جدید اصول و نظریہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے لیے سب سے زیادہ مفید اور کارآمد وہی اصول ہوگا جو آج سے صدیوں قبل رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا تھا:

"من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان" [1]

"جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلافِ شرع کام) کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے۔ اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (یعنی دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہے) تاہم یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔"

حدیث شریف میں منکرات کو حسبِ استطاعت مٹانے کا حکم دیا گیا ہے، اور درحقیقت یہی موجودہ دور کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اس لیے کہ بغیر منکرات کا خاتمہ کئے صالح معاشرہ کی تشکیل کا تصور محال اور ناممکن ہے۔ اسی فریضہ کو "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا ويأمر بالمعروف وينه عن المنكر"

"وہ شخص ہم میں سے نہیں، جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور بڑوں کی عزت نہیں کی۔ بھلائی کا حکم نہیں دیا اور برائی سے منع نہ کیا۔"

شبانِ اہلِ حدیث کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں منکرات و سیئات اور بے حیائیوں کا جو طوفانِ بلاخیز ہے، اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

دوسری سب سے اہم ذمہ داری مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی دین کی صحیح دعوت سے آشنا کرانا ہے، اس لیے کہ نوجوانانِ اہلِ حدیث کا پیغام آفاقی اور ان کی دعوت ہمہ گیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" (آل عمران: ۱۱۰)

---

[1] سنن الترمذی ۴/۳۲۲، حدیث نمبر ۱۹۲۱، المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت

"لوگوں کے (فائدے اور اصلاح) کے لیے جتنی امتیں پیدا ہوئیں، ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ تم اچھا کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "للنّاس" کا لفظ استعمال کیا ہے، للشّرق، للغرب، للعرب اور للعجم نہیں کہا ہے، جس سے ہماری ذمہ داریوں کی ہمہ گیری کا پتہ چلتا ہے۔

آج ملک میں غیر مسلموں کے دو طبقے نوجوانانِ اہلِ حدیث کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو مختلف عوامل و محرکات کے تحت دینِ اسلام کو سمجھنا چاہتا ہے، اور اسلامی قوانین میں جو محاسن و کمالات مضمر ہیں، ان کا تجربہ کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو معاندینِ اسلام کے گندے لٹریچر سے متاثر ہو کر نہ صرف اسلام سے بیزار، بلکہ مسلمانوں کے درپے آزار ہے۔ وہ اسلام کے بنیادی مآخذ کتاب و سنّت سے یکسر غافل ہے، اور اس کی دشمنی اور بیزاری کا سارا دارومدار اعداءِ اسلام کی تحریروں پر ہے۔ ان دونوں طبقات کی رہنمائی کی ذمہ داری شبانِ اہلِ حدیث پر عائد ہوتی ہے، کیونکہ ان کے پاس دین کی صحیح دعوت، اسلام کا حقیقی پیغام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیمات ہیں۔

ترقی اور تمدن کے اس دور میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے میں کافی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں، نوجوانانِ اہلِ حدیث کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے ــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔"
(النّحل : ۱۲۵)

"(اے پیغمبرؐ) لوگوں کو حکمت (اور تدبیر) اور اچھی نصیحت (جس میں سختی نہ ہو، ملائمت سے سمجھا کر) اپنے مالک کی طرف بلائیے!"

سچی بات تو یہ ہے کہ اگر نوجوانانِ اہلِ حدیث کے اندر کام کرنے کا جذبۂ صادق ہو تو وسائل کی کمی نہیں ہے ؎

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے[1]

---

[1] ضربِ کلیم / ۲۴ علامہ اقبال

عصرِ حاضر میں نوجوانانِ اہلحدیث کی ایک اہم ترین ذمہ داری، معاشرے کی داخلی کمزوریوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ باہر کے ان طوفانوں کا بھی مقابلہ کرنا ہے جو بار بار اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے سر اٹھا رہے ہیں۔ آج ملک میں مسلمانوں کے خلاف ایک تہذیبی جنگ جاری ہے، جس کا مقابلہ تہذیبی سطح پر ہی کرنا ہوگا۔ مسلم نسل کشی اور برین واشنگ کا کام منظم پیمانے پر ہو رہا ہے، ہندو احیاء پرستی کی لہر شباب پر ہے، آر، ایس، ایس کے سربراہ صاحب بالا دیورس نے صرف اسی لیے فردوسِ گم شدہ اندلس کا دورہ کیا تھا کہ اس قوم کے زوال کا پتہ لگایا جائے اور ہندوستان میں اسی پر عمل کر کے مسلمانوں کے لیے ہندوستان کو "دوسرا اندلس" بنا دیا جائے۔ تاریخ سازی کے مقدس نام پر تاریخ سوزی کا گھناؤنا جرم، اسی کا شاخسانہ ہے۔

درحقیقت نوجوانانِ اہلِ حدیث کو موجودہ دور میں کئی محاذوں پر نہایت جرأت و جوانمردی اور دانشمندی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، اس لیے کہ دشمن کی چالیں نہایت باریک اور ان کے عزائم حد درجہ خطرناک ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے چنداں پس و پیش کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ انتظار کا وقت ختم ہو چکا اور آزمائش کا مرحلہ ملت کے سامنے ہے۔

اللہ ربّ العالمین سے دعاء ہے کہ ہمیں عمل کی توفیق دے، اس نے جس امانتِ کبریٰ کا بار ہمارے دوشِ ناتواں پر ڈالا ہے، اس کو بحسن و خوبی ادا کرنے کی قوت عطا کر دے اور ہمارے اندر اسلامی غیرت و حمیّت پیدا کر دے، آمین!

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ــــ آمین!

(بشکریہ محدّث بنارس)